باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں !!

ہمارے ہاں بازار میں تاجروں کے مابین ایک کمیٹی ڈالی گئی ہے

جسکا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے۔

کمیٹی کا طریقہ کار:-

* ہر ممبر ماہانہ بنیاد پر ۱۰ گرام سونا [خواہ اسکی قیمت جتنی ہو] خرید کر کمیٹی والے کو دیگا۔ کمیٹی ہر ماہ قرعہ اندازی پر نکلے گی۔ کمیٹی کی ادائیگی بھی بصورت سونا ہی ہوگی، اس سارے معاملے میں سونے کی قیمت سے کوئی واسطہ نہیں کم ہو یا زیادہ۔ بہر صورت لین دین سونے ہی کی صورت میں ہوگا۔ نیز یہ کمیٹی تقریباً دو سال کی ہے۔

سوال یہ ہے؟

۱. کیا اس طرح سونے کی کمیٹی ڈالنا جائز ہے؟

۲. زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت کیا ہوگی؟ کون ادا کرے گا؟

۳. نیز جواز کی صورت میں مزید کوئی رہنمائی فرمانا چاہیں تو وہ بھی فرما دیں۔

تفصیلی جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیرا

المستفتی:

محمد اراحمد
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
ضلع و تحصیل مانسہرہ
0312-7111458 موبائل نمبر

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلياً

سونے کی کمیٹی ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کمیٹی میں ہر آدمی کی دی ہوئی رقم یا دیا ہوا سونا قرض ہوتا ہے، اور اس میں ہر آدمی اس شرط کے ساتھ قرض دیتا ہے کہ دوسرے شرکاء بھی اتنی رقم یا اتنا سونا قرض دیں گے، اور فقہی اصولوں کی رُو سے "قرض بشرط القرض" کا معاملہ ہو جاتا ہے، جو کہ شرعاً ناجائز ہے لقولہ علیہ السلام: "نهى عن بيع، وسلف"۔

اور اس اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو نقد رقم کی کمیٹی بھی ناجائز ہونی چاہیے لیکن "لوگوں کے تعامل" اور "حاجت" کی وجہ سے اس کی گنجائش دیدی گئی ہے، چنانچہ فقہاء کرام کے کلام میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ عقد کے بعض ایسی شرائط جو اصلاً عقد کو فاسد کرنے والی ہوں لیکن لوگوں کے تعامل اور ابتلاء عام کی وجہ سے ان کو غیر مفسد قرار دیا گیا۔

اس کے برخلاف سونے کی کمیٹی میں لوگوں کا اس قدر عام تعامل نہیں ہے کہ زیادہ تنگی اور حرج کی وجہ سے عرف کو بنیاد بنا کر جائز قرار دیا جائے، اس لیے اس کو اصل اصول کے مطابق ناجائز ہی کہا جائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے قطع نظر کسی حد تک یہ بات بھی ہے کہ سونے کے معیار کی پہچان اور اس میں کھوٹ کی مقدار کا جانچنا (کہ یہ سونا کتنے کیریٹ کا ہے) ایسا کام ہے کہ بعض مرتبہ ماہرین کی رائے میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے، ایک ہی سونے کے بارے میں ایک شخص کی ایک رائے ہوتی ہے، اور دوسرے شخص کی رائے اس سے مختلف ہوتی ہے۔ اور چونکہ سونا ثمن خلقی اور اموالِ ربویہ میں سے ہے، اس لئے اس میں تھوڑے سے فرق یا معمولی سی بے احتیاطی کے ساتھ بھی ربوٰا لازم آسکتا ہے، جو کہ ناجائز اور سخت حرام ہے لأن الشبهة بمنزلة الربوا۔

اس لیے سونے کی کمیٹی رکھتے وقت انتہائی احتیاط اور سونے کے معیار کے ایک جیسے ہونے کے بارے میں مکمل اطمینان ضروری ہو، تاکہ کمی بیشی اور ربوا کا ادنیٰ شبہ بھی لازم نہ آئے لیکن چونکہ عام طور پر اس احتیاط کا ہرگز لحاظ نہیں رکھا جاتا اور عملاً مشکل بھی ہے اس پہلو سے بھی ایسی کمیٹی ڈالنا جائز ہی نہیں۔

موطا مالك ت الأعظمي (4/ 950)

مالك؛ أنه بلغه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، نهى عن بيع، وسلف.

المبسوط للسرخسي (14/ 40)

وإذا اشترى بيعا على أن يقرضه فهذا فاسد لنهي النبي - صلى الله عليه وسلم - عن بيع وسلف ولنهيه - صلى الله عليه وسلم - عن بيع وشرط، والمراد شرط فيه منفعة لأحد المتعاقدين لا يقتضيه العقد وقد وجد ذلك.

المستدرك على الصحيحين للحاكم (2/ 57)

عن عائشة رضي الله عنها، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «المسلمون عند شروطهم ما وافق الحق».

فيض الباري على صحيح البخاري (3/ 514)

قوله: (المُسْلِمُون عند شُرُوطِهِمْ) ... إلخ، يعني يَلْزَمُهُم كلُّ شرطٍ تحمَّلُه قواعدُ الشرع، فعليهم الإيفاءُ بها.

مجموعة رسائل ابن عابدين:(121/2)

انهم صرحوا بفساد البيع بشرط لايقتضيه العقد وفيه نفع لاحد العاقدين واستدلوا علي ذلك بنهيه صلي الله عليه وسلم عن بيع وشرط وبالقياس واستثنوا من ذلك ماجري به العرف كبيع نعل علي أن يحذوها البائع قال في منح الغفار فان قلت اذا لم يفسد الشرط المتعارف العقد يلزم ان يكون العرف قاضيا علي الحديث قلت ليس بقاض عليه بل علي القياس لان الحديث معلول بوقوع النزاع المخرج للعقد عن المقصود به وهو قطع المنازعة والعرف ينفي النزاع فكان موافقا لمعني الحديث ولم يبق من الموانع الا القياس والعرف قاض عليه انتها.

فتح القدير للمحقق ابن الهمام الحنفي (19/ 49)

(وحديث القرعة كان في الابتداء ثم نسخ) هذا جواب عن حديث القرعة : يعني أنه كان في ابتداء الإسلام وقت إباحة القمار ثم نسخ بحرمة القمار لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء : فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج قرعة قمار فكذلك تعيين المستحق ، بخلاف قسمة المال المشترك لأن للقاضي هناك ولاية التعيين من غير قرعة

عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية-لإمام محمد عبد الحي اللكنوي (8/ 183)

واستعمال القرعة في وقتٍ كان القمار مباحاً، ثم انتسخ ذلك بحرمةِ القمار؛ لأنّ تعيينَ المستحقّ بمنْزلةِ الاستحقاقِ ابتداء، فكما أنّ تعليقَ الاستحقاقِ بخروجِ القرعةِ يكون قماراً، فكذلك تعيينُ المستحقّ بخروجِ القُرعةِ يكون قماراً أيضاً، بخلاف قسمة المال المشترك، فللقاضي هناك ولايةُ التعيينِ من غير قرعة، وإنّما يقرعُ تطييباً لقلوبهما، ونفياً لتهمةِ الميل عن نفسي، فلا يكون

دار الإفتاء

ذلك في معنى القمار، وأيضاً: إنّ هذين الخارجين استويا في سبب الاستحقاق، وهو قابل للاشتراك، فيستويا في الاستحقاق كالغريمين في التركة.

والله سبحانه وتعالى اعلم

احسان الله / سلمان احمد

دار الافتاء، جامعة دار العلوم كراچی

٥/رمضان المبارك/١٤٣٨هـ

1/1061 2017

الجواب صحیح
بنده محمد تقی عثمانی عفی عنه
٥-٩-٣٨ھ

الجواب صحیح
محمود اشرف غفر الله له
٧-٩-١٤٣٨ھ

الجواب صحیح
عبد المنان عفی عنه
٧-٩-١٤٣٨ھ

الجواب صحیح
٧/٩/١٤٣٨ھ

الجواب صحیح
بنده محمود الحسن عفی عنه
٨-٩-١٤٣٨ھ

دار الافتاء
١٧١٨٩٥
٩-٩-٣٨
٥/٦/٢٠١٧